سلامتی کے حوالے سے ایران کی ناخوشگوار صورت حال: شمال سے امیدیں

دوسری طرف اسی دوران خلیج میں سوویت یونین کے ایک اہم اتحادی عراق کے خلاف امریکہ کی سربراہی میں مغربی طاقتیں ایک زبردست جنگ لڑ چکی تھیں، جس میں خلیج کی ریاستوں کی حمایت بھی انہیں حاصل تھی۔ اگست ۱۹۹۰ء میں عراق کی طرف سے کویت پر قبضے اور اسے عراق کا انیسواں صوبہ قرار دینے کے بعد خلیج میں جو زبردست بحرانی کیفیت پیدا ہوئی، اس سے نمٹنے کے لیے عرب لیگ، گلف کوآپریشن کونسل، آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس اور امریکہ اور بعض دیگر مغربی طاقتوں کی زیر سرپرستی اقوام متحدہ بیک وقت سرگرم عمل ہو گئے (اس بحران سے کچھ ہی عرصہ قبل ایران کو عراق کے ساتھ اپنی آٹھ سالہ جنگ ختم کرنے کے لیے اہانت آمیز شرائط قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا)۔ بحران کے دوران ایران نے اس موقف کا پرچار کیا کہ مشرق وسطی اور خلیج کے علاقے کی سلامتی اور دفاع کے لیے ایک ایسا اجتماعی سلامتی کا نظام (Collective security order) تشکیل دینا چاہئے، جس میں خطے کے ممالک، خطے کی سلامتی کے ذمہ دار ہوں اور بیرونی طاقتوں کو خطے سے باہر رکھا جائے۔ ایران خطے میں ایک "علاقائی توازن قوت" کی تشکیل کا علمبردار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں گلف کوآپریشن کونسل (GCC) اور اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کے ممالک کے مابین مضبوط دفاعی روابط کی صورت گری (institutionalization) پر توجہ دی جائے۔ ایران کی ان کوششوں کو اولاً تو خلیجی ممالک کی طرف سے کسی بھی اجتماعی سلامتی کے نظام کی "عرب پہچان (Arab identity)" پر اصرار کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ثانیاً ایران کی امریکہ دشمنی اس کی طرف سے عرب ممالک کی تائید و حمایت حاصل کرنے میں حائل رہی۔ دو دہائی قبل سعودی عرب سمیت تمام خلیجی ممالک کو امریکہ کے حمایت یافتہ "شاہ کے ایران" کی اس پالیسی سے کوئی اختلاف نہیں تھا کہ خلیجی ممالک اور مشرق وسطی کی سلامتی "خطے کے ممالک" کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اب "ملاؤں کے ایران" کی اس "منطق" سے انہیں اتفاق نہیں تھا۵۔

اس پس منظر میں ایران نے محسوس کیا کہ عرب ممالک اور امریکہ اسے خلیج کے لیے مجوزہ سلامتی کے اجتماعی نظام سے دانستہ طور پر دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ایرانی قیادت اس نتیجے پر پہنچی کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے اسے "اچھوت" بنانے کی پالیسیوں کو ناکام بنانے کے لیے اسے اپنی خارجہ پالیسی کے لیے نئی جہتیں دریافت کرنا ہوں گی۔ چنانچہ ایران نے بحر ہند میں

اپنے مفادات سے متعلق دھیما رویہ اختیار کرتے ہوئے سوویت یونین سے متوقع طور پر آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں (بشمول رشین فیڈریشن) کے ساتھ مضبوط بنیادوں پر تعلقات کے قیام پر توجہ مرکوز کرنا شروع کردی۔ تہران بیک وقت اس پر مسلط کردہ "تنہائی" کا مداوا بھی کرنا چاہتا تھا اور خطے میں مغرب نواز اتحاد کے مقابلے میں ایک نئی دھڑے بندی (counterpoise) کی تشکیل کا بھی خواہاں تھا۔[۶]

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ایران کی شروع سے خواہش (اور کوشش) رہی ہے کہ سابق سوویت مسلم ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں کوئی بھی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے ماسکو کی ناراضگی مول لینا پڑے۔ ایران کو خطے میں ماسکو کی مرکزی حیثیت کا پوری طرح احساس ہے اور وہ ماسکو کے مفادات سے متضاد کوئی بھی قدم اٹھانے سے ہمیشہ سے احتراز کرتا رہا ہے۔

خطے سے متعلق ایرانی خارجہ پالیسی کے عناصر تکوینی

وسطی ایشیا اور سابق سوویت یونین کی دیگر ریاستوں سے متعلق ایرانی خارجہ پالیسی متعدد جہات کی حامل ہے۔ اولاً اس پالیسی کا اہم ترین عنصر ملکی اور علاقائی سلامتی کا تحفظ ہے۔ ۱۹۹۱ء میں خلیجی جنگ کے نتیجے میں خطے میں ایران مخالف مغربی طاقتوں کی مستقل موجودگی اور سوویت یونین کے خاتمے کے بعد شمال میں ایک پڑوسی ملک (سوویت یونین کے بجائے متعدد ممالک) کے ظہور نے ایران کو سلامتی کے ایک ناخوشگوار ماحول سے دوچار کیا۔ اس کی شمالی سرحدوں پر سات نئی ریاستوں کا ظہور ہوا۔ جن میں سے ایک (آرمینیا) صرف خشکی کے ذریعے اس سے متصل تھی جبکہ دو (ترکمنستان اور آذربائیجان) کی سرحدیں خشکی کے ساتھ ساتھ بحیرہ کیسپین کے سواحل کے ذریعے بھی اس سے متصل تھیں۔ دو دیگر ریاستوں (رشین فیڈریشن اور قازقستان) کی سرحدیں بحیرہ کیسپین کے ذریعے اس سے متصل تھیں۔ ایران ان نوآزاد ممالک میں مسلح تنازعات والے علاقوں (trouble spots) سے قریب ترین ملک ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد نو آزاد وسطی ایشیائی ریاستوں اور قفقاز میں سیاسی عدم استحکام کی جو صورت حال سامنے آئی اس سے ایران - وسطی ایشیائی ریاستوں کے تعلقات میں سلامتی سے متعلق عنصر کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ ایران کی سرحدوں پر واقع ان ریاستوں میں سوویت یونین کے انہدام کے بعد قومی تعمیر (nation building)، معاشرتی اور اقتصادی بحالی، استعماری ورثے سے نجات، لسانی اور نسلی